آیاتِ قرآنیہ کی تفہیم میں ''وقف'' کی ضرورت واہمیت

محسن علی *

لغوی اعتبار سے ''وقف'' روکنے، رکنے یعنی ''الحبس والکف'' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ وقف کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے خلیل بن احمد لکھتے ہیں:

"الوقف مصدر قولك:وقفت الدابة ووقفت الكلمة وقفا وهذا مجاوزفاذا كان لازماً قلت وقفت وقوفاً فاذا وقفت الرجل على كلمة قلت:وقفته توقيفاً ولايقال:اوقفت الافى قولهم:اوقفت عن الامر اذاأقلعت عنه۔" (۱)

وقف کے معنی سواری کے ٹھہرنے کے ہیں۔ کسی ''کلمہ'' پر ''وقف'' کرنے سے مراد کلمہ پر ٹھہرنا یا رکنا کے ہیں۔ وقف جب سواری کے لیے آئے تو اس کا مصدر ''وقوفاً'' ہوگا اور جب کسی آدمی کے ''کلمہ'' پر ٹھہرنے کے لیے آئے تو اس کا مصدر ''توقیفاً'' ہوگا۔

علامہ عبدالقاھر جرجانی ''وقف'' کے معنی ''الحبس'' (۲) بیان کرتے ہیں۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"الوقف فی اللغة الحبس وسکون الحرکة بمعنى قطع القراء ة۔"(۳)

لغت میں وقف کے معنی حبس اور قطع قراءت کے وقت حرکت کو سکون دینے کے ہیں، یعنی پڑھنے سے رک جانا۔

مجدالدین فیروز آبادی ''وقف'' کے لغوی معنی سے متعلق فرماتے ہیں:

"وقف یقف وقوفاً دام قائماً۔اوقف سکت وعنه امسك واقلع ولیس وفصیح الکلام۔"(۶)

لفظ ''وقف'' قرآن مجید کی روشنی میں:

''وقف'' انہی لغوی معنوں میں قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولوترى اذوقفوا على النار﴾ (۷)

''اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ کھڑے کیے جائیں گے وہ دوزخ پر۔''

﴿ولوترى اذوقفوا على ربهم﴾ (۸)

''اور کاش کہ تو دیکھے جس وقت وہ کھڑے کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے۔''

﴿ولوترى اذالظلمون موقوفون عند ربهم﴾ (۹)

---

* پی ایچ ڈی اسکالر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

''اور کبھی تو دیکھے جبکہ گناہ گار کھڑے کئے جائینگے اپنے رب کے پاس۔''

﴿وقفوهم انهم مسئولون﴾ (۱۰)

''اور کھڑا رکھوان کو ان سے پوچھنا ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مندرجہ بالا آیات اور لغوی لحاظ سے ''وقف'' کے معنی روکنا، رکنا، ٹھہرنا اور ایک کلمہ کے اخیر کو دوسرے کلمہ کے اول کے ساتھ متصل کرنے سے بازرکھنا کے ہیں۔ اسی سے کہا جاتا ہے ''وقفت الدابة واقفتها اذا حبستها عن المشی'' (۱۱) یعنی میں نے چوپایہ کو چلنے پھرنے سے روکا اور باز رکھا۔

وقف کی اصطلاحی تعریف:

''وقف'' کی مختلف علوم کے لحاظ سے چار انواع ہیں۔

(۱)وقف الفقهاء(۲)وقف النحويين(۳)وقف العروض(٤)وقف القراء

(۱)وقف الفقہاء:

وقف الفقہاء سے متعلق علامہ دانی بیان کرتے ہیں کہ فقہاء کے نزدیک وقف سے مراد کسی چیز کی منفعت کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کردینا اور اصل چیز کو اپنی ملک میں رکھنا۔ (۱۲)

(۲)وقف النحویین:

نحویین کے نزدیک وقف ''هو قطع النطق عند آخر الكلمة والوقف عليها بصورة معينة.'' (۱۳)

صورت معینہ کے ساتھ آخری کلمہ پر آواز کو ختم کرکے اس پر وقف کرنا۔ نحاۃ کے نزدیک اس سے مطلقاً وقف کرنا اور ٹھہرنا مراد ہے۔

(۳)وقف العروض:

علم عروض میں وقف کس کو کہتے ہیں اس سے متعلق علامہ جرجانی ؒ فرماتے ہیں:

''وفی العروض اسكان الحرف السابع المتحرك كاسكان تاء مفعولات ليبقى مفعولات ويسمى موقوفاً۔'' (۱۴)

اہل عروض کے نزدیک وقف سے یہ مراد ہے کہ ساتویں حرف متحرک کو ساکن کرنا۔ جیسے مفعولات کی تاء جو کہ ساتواں حرف ہے اس کو ساکن کرنا۔

(۴)وقف القراء:

علماء قراءت نے وقف کی بہت سے تعریفات بیان کی ہیں۔ اور یہی وقف ہماری اصل مراد ہے۔ وہ تعریفات درج ذیل ہیں۔

"الوقف قطع الصوت آخرالكلمة زمناً، أو هو قطع الكلمة عمابعدها۔" (۱۵)

وقف کلمہ کے آخر پر کچھ دیر کے لیے آواز کو توڑنا یا وقف اس کو کہتے ہیں کہ کلمہ کو بعد والے کلمہ سے جدا کرنا۔

"الوقف عبارة عن قطع الصوت على الكلمة زمناًيتنفس فيه عادة بنية استئناف القراء ة اما بمايلى الحرف الموقوف عليه او بماقبله۔" (۱۶)

وقف کے معنی ہیں کہ کلمہ کے آخری حرف پر اتنی دیر کے لیے آواز کو منقطع اور بند کر دینا جتنی دیر میں معمولاً (اور فطری طور پر) سانس لیا جاتا ہے بشرطیکہ قراءت کے جاری رکھنے اور نئے سانس میں آگے قراءت شروع کرنے کی نیت ہو۔ عام ہے کہ موقوف علیہ کلمہ سے متصل بعد والے کلمہ سے قراءت شروع کرے یا اس کے ماقبل سے اعادہ کر کے آگے شروع کرے۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

"هوعبارة عن قطع الصوت عن آخر الكلمة زمناً يتنفس فيه عادة بنية استئناف القراء ة لابنية الاعراض عنها۔" (۱۷)

وقف اس سے عبارت ہے کہ کلمہ کے آخر پر اتنی دیر کے لیے آواز کو منقطع اور بند کرنا جتنی دیر میں معمولاً سانس لیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ قراءت کے جاری رکھنے اور نئے سانس میں آگے قراءت کرنے کی نیت ہو نہ کہ قراءت کو ختم کرنے کی نیت ہو۔

کسی بھی قاری کے لیے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ پوری سورت یا پورے قصہ کو ایک ہی سانس میں پڑھتا چلا جائے اور اس قصے یا سورت کے درمیان سانس نہ لے۔ دوسری طرف دوکلمات کے درمیان وصل کی حالت میں (یعنی ایسے دوکلمات جن پر وصل ضروری ہے) بے قاعدہ سانس توڑ دینا بھی اس وجہ سے جائز نہیں کہ یہ بات ایک ہی کلمہ کے اثناء میں سانس لینے اور تقطیع وفصل پیدا کر دینے کے درجہ میں ہے۔ جو کہ علماء کی رائے کے مطابق جیسا کہ آگے وقف قبیح میں آرہا ہے ناجائز ہے۔

رؤس آیات پر وقف کرنا سنت نبوی ﷺ ہے جس کی دلیل ذیل کی حدیث سے ملتی ہے:

"عن ام سلمة زوج النبی ﷺ قالت سمعت رسول اللهﷺ يقراهذه السورة﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾وعقد النبیﷺ باصابعه واحداً يريد آية،﴿الحمد لله رب العٰلمين﴾وعد اثنتين﴿الرحمٰن الرحيم﴾ (۱۸)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ نبی ﷺ اس سورت یعنی فاتحہ کی تلاوت فرمارہے تھے سو آپ ﷺ ﴿بسم الله الرحمن الرحيم ٥الحمد لله رب العٰلمين٥ الرحمٰن الرحيم٥ملك يوم الدين٥اياك نعبد واياك نستعين﴾ پانچوں میں سے ہر ایک پر ایک انگلی بند کرتے رہے اور ﴿نستعين﴾ پر پہنچ کر پانچوں انگلیاں بند کرلیں پھر ﴿المستقيم﴾ پر ایک انگلی کھڑی کی جس میں اشارہ تھا کہ

یہاں چھ آیات ہوگئیں، پھر سورت کے آخر پر ایک انگلی اور اٹھالی جس کے معنی یہ تھے کہ سات آیات ہوگئیں۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔اس لیے رؤس آیات پر وقف کرنا مسنون ہے۔عبدالفتاح قاضی لکھتے ہیں:

''مسنون وقف کی معرفت اس علم (یعنی علم الفواصل) پر موقوف ہے۔رؤس آیات پر''وقف'' سنت نبوی ﷺ ہے۔جب قاری کو اس فن (فواصل قرآنیہ) کا علم نہ ہوگا تو اس کے لیے وقف مسنون کی معرفت اور غیر مسنون وقف سے مسنون وقف کی تمیز ممکن نہ ہوگی۔'' (۲۰)

عبدالرازق فرماتے ہیں:

''وقف مسنون کی معرفت اس علم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ابی عمرو بن العلاء سے مروی ہے کہ وہ رؤس آیات پر وقف پر اعتماد کرتے تھے اور اسی کو (یعنی رؤس آیات پر وقف کرنے کو) محبوب جانتے تھے۔''(۲۱)

ایسی صورتحال کہ جس میں نہ تو پوری سورت یا قصہ ایک ہی سانس میں پڑھے جاسکتا ہے اور نہ ہی ہر کلمہ پر وقف اور وصل ہوسکتا ہے ضروری ہے کہ ایسے مقام کا تعین کیا جائے کہ جس پر وقف ووصل سے معنی میں کوئی خلل نہ پڑے اور نہ ہی کلام ربانی کا مفہوم متاثر ہو۔کیونکہ اسی طرز عمل اور صحیح محل وقف وابتدا ہی سے اعجاز قرآنی کا اظہار اور مقصد قرآنی کا حصول ہوتا ہے۔علماء کرام نے اسی لیے وقف وابتدا کی تعیین کے لیے اس کی اقسام بیان کی ہیں۔جو کہ درج ذیل ہیں۔

وقف کی اقسام:

وقف کی اقسام کے بارے میں علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض نے اس کی دو، کچھ نے تین اور دیگر علماء نے وقف کی دس تک اقسام بیان کی ہیں۔اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض نے ان اقسام کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور بعض نے مجملاً۔جیسا کہ ذیل کے اقوال سے پتہ چلتا ہے۔

ا۔علامہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ بعض آئمہ نے وقف کی دو اقسام بیان کی ہیں۔

(۱) تام (۲) قبیح (۲۲)

ب۔وقف کی تین اقسام ہیں۔

(۱) تام (۲) حسن (۳) قبیح (۲۳)

یہ قول ابن انباریؒ علامہ سخاویؒ اور ابن جوزیؒ کا ہے۔

ج۔وقف کی چار اقسام ہیں۔

(۱) تام (۲) کافی (۳) حسن (۴) قبیح (۲۴)

اس قول علامہ دانیؒ ،قاری محبّ الدین احمدؒ اور علامہ محمد مکی نصرؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ابو جعفر النحاسؒ نے بھی وقف کی چار اقسام ہی بتائی ہیں لیکن وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) تام مختار (۲) کاف جائز (۳) صالح مفہوم (۴) قبیح متروک (۲۵)

د۔ وقف کی پانچ اقسام ہیں۔

(۱) لازم (۲) مطلق (۳) جائز (۴) مجوزلہ (۵) مرخص ضرورة۔ (۲۶)

یہ قول علامہ سجاوندیؒ کا ہے۔علامہ اشمونیؒ نے بھی وقف کی پانچ اقسام ہی بیان کی ہیں لیکن ان کی تقسیم اس طرح سے ہے۔

(۱) تام (۲) قبیح (۳) کافی (۴) حسن (۵) متردد۔ (۲۷)

ھ۔ وقف کی چھ اقسام ہیں۔

(۱) تام (۲) کافی (۳) صحیح (۴) حسن (۵) قبیح (۶) اقبح۔ (۲۸)

و۔ وقف کی سات اقسام ہیں۔

(۱) لازم (۲) تام (۳) کافی (۴) حسن (۵) الوقف الجاز (۶) وقف المعانقہ (۷) قبیح۔ (۲۹)

ز۔ علامہ اشمونیؒ لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے وقف کی آٹھ اقسام بتلائی ہیں۔

(۱) تام (۲) شبیہ تام (۳) ناقص (۴) شبیہ ناقص (۵) حسن (۶) شبیہ حسن (۷) قبیح (۸) شبیہ قبیح۔ (۳۰)

شیخ الاسلام ابو ایوب زکریا الانصاریؒ نے بھی وقف کی آٹھ ہی اقسام بتائی ہیں لیکن وہ ان سے کچھ مختلف ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) تام (۲) حسن (۳) کافی (۴) صالح (۵) مفہوم (۶) جائز (۷) بیان (۸) قبیح۔ (۳۱)

ح۔ علامہ اشمونیؒ نے منار الھدیٰ میں پہلے تو وقف کی پانچ اقسام تام،کافی،حسن،قبیح اور متردد بیان کی ہیں۔اس کے بعد علامہ اشمونیؒ نے مراتب الوقف کے نام سے جب بات کی ہے تو وہاں پر انھوں نے مندرجہ ذیل دس اقسام بیان کی ہیں۔

(۱) تام (۲) اتم (۳) کاف (۴) اکفی (۵) حسن (۶) احسن (۷) صالح (۸) اصلح (۹) قبیح (۱۰) اقبح۔ (۳۲)

وقف کی ان اقسام سے متعلق علامہ ابن الجزریؒ فرماتے ہیں کہ وقف کی اقسام میں اس فن کے حضرات نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں سے اکثر بیانات بالکل غیر منضبط وغیر منحصر (شمار وانحصار اور ضابطہ کلیہ میں نہ آنے والے) ہیں اور میں نے وقف کی انواع واقسام کو قاعدہ کلیہ کے تحت ضبط کرنے کی نسبت سب سے زیادہ دلنشین اور قریب ترین وعمدہ ترین جو وجہ حصر بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اولاً وقف صرف اختیاری واضطراری کی دوقسموں کی طرف منقسم ہوتا

ہے۔پھر اختیاری کی تین قسمیں تام، حسن اور کافی جبکہ اضطراری کی ایک ہی قسم قبیح ہے۔ (۳۳)

وقف تام:

وقف تام ایسے کلمہ پر وقف کرنے کو کہتے ہیں جس کا اپنے مابعد کلام سے لفظاً اور معناً کوئی تعلق نہ ہو۔ابن انباری وقف تام کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هوالذی یحسن الوقف علیه والابتداء بمابعده ولایکون بعده مایتعلق به۔" (۳۴)

وقف تام اس کو کہتے ہیں جس پر ٹھیر کر سانس لینا اور پھر اس کے بعد سے ابتداء کرنا اچھا ہو اور جس پر وقف کیا جائے اس کا اپنے مابعد سے کوئی تعلق نہ ہو۔

علامہ دانیؒ فرماتے ہیں:

"هوالذی یحسن القطع علیه والابتداء بما بعده لانه لا یتعلق بشیء ممابعده۔" (۳۵)

جس پر کلام کا قطع کرنا اور اس کے مابعد سے ابتدا کرنا اچھا ہو کیونکہ اس کا اپنے مابعد کلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ایسے کلام پر وقف کرنے کو وقف تام کہتے ہیں۔

علامہ اشمونیؒ بیان فرماتے ہیں:

"ان لا یتصل مابعد الوقف بما قبله لالفظاً ولامعنیً فهو التام۔" (۳۶)

ایسا وقف جو اپنے مابعد کلام سے نہ لفظاً ملا ہوا ہو اور نہ معناً تو ایسے کلام پر وقف کرنے کو وقف تام کہتے ہیں۔

قاری طاہر رحیمی رقمطراز ہیں:

''جہاں مضمون وترکیب دونوں مکمل ہوں۔'' (۳۷)

ان تعریفات سے معلوم ہوا کہ وقفِ تام جس کلمہ پر کیا ہے اگر اس کو مابعد سے کسی قسم کا تعلق نہ لفظی یعنی اعرابی وترکیبی اور نہ معنوی یعنی جملہ بھی ختم ہوگیا اور مضمون بھی تو ایسے کلمہ پر وقف کرنے کو وقفِ تام کہیں گے۔جیسے ﴿المفلحون﴾ (۳۸) کہ اس کو مابعد سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں نہ لفظی نہ معنوی کیونکہ یہاں مومنین کا بیان ختم ہوجاتا ہے اور اسکے بعد کفار کا ذکر شروع ہوکر ﴿عذاب عظیم﴾ (۳۹) پر ختم ہوتا ہے۔اس لیے ﴿المفلحون﴾ اور ﴿عذاب عظیم﴾ دونوں پر وقفِ تام واقع ہورہا ہے۔

وقفِ تام کا محل:

وقف تام کہاں پر واقع ہوتا ہے اور اسکی کیا کیا صورتیں ہوسکتی ہیں اس سے متعلق قاری طاہر رحیمی صاحب فرماتے ہیں:

''وقفِ تام اکثر جگہ تو آیات کے سروں یعنی کناروں پر ہوتا ہے جیسے ﴿یوم الدین﴾ (۴۰) فاتحہ میں اور ﴿قدیرo علیمo رٰجعون﴾ (۴۱) سورت بقرہ میں اور بعض جگہ آیات کے درمیان میں ہوتا ہے۔ جیسے

﴿لقد اضلنی عن الذکر بعد اذجآء نی وکان الشیطٰن للانسان خذولا﴾ (۴۲)

اس نے تو بہکا دیا مجھ کو نصیحت سے مجھ تک پہنچ چکنے کے پیچھے اور ہے شیطان آدمی کو وقت پر دغا دینے والا۔

اس پر ظالم (ابی بن خلف) کی حسرت بھری گفتگو ختم ہوگئی ہے۔ اور بعض جگہ وقفِ تام آیت سے اگلے کلمہ پر ہوتا ہے۔ جیسے ﴿حتی اذابلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا ستراo کذلکط وقد احطنا بما لدیہ خبراً﴾ (۴۳)

''یہاں تک کہ پہنچا سورج نکلنے کی جگہ پایا اس کو کہ نکلتا ہے ایک قوم پر کہ نہیں بنا دیا ہم نے ان کے لیے آفتاب سے پرے کوئی حجاب، یونہی ہے اور ہمارے قابو میں آچکی ہے اس کے پاس کی خبر۔''

﴿وانکم لتمرون علیھم مصبحینo وباللیل ط افلا تعقلون﴾ (۴۴)

اور تم گزرتے ہو ان پر صبح کے وقت اور رات کو بھی پھر کیا نہیں سمجھتے۔

﴿ولبیوتھم ابوابا وسرراً علیھا یتکئونo وزخرفاًط﴾ (۴۵)

اور ان کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھیں اور سونے کے۔

کبھی ایک تفسیر وترکیب پر تام اور دوسری پر کافی ہوتا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما یعلم تاویلہ الااللّٰہ م والرٰسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا ج وما یذکر الا اولوالالباب﴾ (۴۶)

اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے۔

اس آیت میں ﴿الااللّٰہ﴾ پر ابن عباس، عائشہ، ابن مسعود رضوان اللہ اجمعین اور ابوحنیفہ اور اکثر محدثین اور نافع، کسائی، یعقوب اور فراء وخفش رحمھم اللہ علیھم اجمعین وغیرھم کی رائے پر وقفِ تام اور ابن حاجب کے قول پر وقفِ کافی ہے۔

کبھی ایک قراءت پر ''تام'' اور دوسری پر ''کافی'' یا ''حسن'' ہوتا ہے۔ جیسے

﴿واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامناًط واتخذوا من مقام ابراھم مصلیً﴾ (۴۷)

''اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی اور بنائی ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ۔''

اس آیت میں ﴿وامنا﴾ پر نافع وابن عامرؒ کی قراءت پر تو وقفِ کافی ہے کیونکہ یہ ﴿وَاتَّخَذُوا﴾ میں خاء کا فتحہ

پڑھتے ہیں جبکہ باقی آئمہ کی قراءت خاء کے کسرہ سے ہے۔ پس ان کے یہاں ﴿وامنا﴾ پر وقف تام ہے۔'' (۴۸)

قاری صاحب کی اس بحث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وقف تام کے محل کی درج ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

ا۔ کبھی وقف تام عین فاصلہ پر واقع ہوتا ہے۔ جیسے

﴿واولئک هم المفلحون﴾ (۴۹)

اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے۔

اس آیت میں ﴿المفلحون﴾ پر فاصلہ واقع ہوا ہے اور اسی کلمہ پر ہی وقف تام بھی بن رہا ہے۔ کیونکہ ﴿واولئک هم المفلحون﴾ پر مومنین کا کلام مکمل ہوگیا اور اس سے اگلی آیت سے کفار کا احوال شروع ہو رہا ہے۔ جس کی بناء پر یہ کلام اپنے مابعد کلام سے لفظاً ومعناً منفصل ہے۔ اس لیے اس پر وقف کر کے اس کے مابعد ﴿ان الذین کفروا﴾ (۵۰) سے آغاز کرنا اچھا ہے۔ اسی طرح اس آیت کے فاصلہ پر وقف تام واقع ہو رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وانهم الیه رٰجعون﴾ (۵۱)

اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس آیت میں فاصلہ ﴿رٰجعون﴾ پر واقع ہو رہا ہے اور اسی پر ہی وقف تام آ رہا ہے۔ اس لیے ﴿رٰجعون﴾ پر وقف کر کے اس کے مابعد ﴿یٰبنی اسرائیل﴾ سے آغاز کرنا مستحسن ہے۔

ب۔ کبھی وقف تام فاصلہ سے قبل واقع ہوتا ہے۔ جیسے اس آیت میں:

﴿قالت ان الملوك اذا دخلوا قریة افسدوها و جعلوا اعزة اهلها اذلة و کذلك یفعلون﴾ (۵۲)

کہنے لگی بادشاہ جب گھستے ہیں کسی بستی میں اس کو خراب کر دیتے ہیں اور کر ڈالتے ہیں وہاں کے سرداروں کو بے عزت اور ایسا ہی کچھ کریں گے۔

اس آیت میں وقف تام ﴿اهلها اذلة﴾ پر ہے کیونکہ یہاں پر بلقیس کا کلام ختم ہوگیا ہے جبکہ اس کا فاصلہ ﴿کذلک یفعلون﴾ پر واقع ہوا ہے۔

ج۔ کبھی وقف تام فاصلہ کے بعد واقع ہوتا ہے۔ جیسے اس آیت میں وقف تام فاصلہ کے بعد واقع ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وانکم لتمرون علیهم مصبحین o وبالليل ط افلا تعقلون o﴾ (۵۳)

اور تم گذرتے ہو ان پر صبح کے وقت اور رات کو بھی۔ پھر کیا نہیں سمجھتے۔

مندرجہ بالا آیات میں فاصلہ ﴿مصبحین﴾ پر واقع ہوا ہے جبکہ کلام تمام ﴿وبالليل﴾ پر ہونے کی وجہ سے وقف تام ﴿وبالليل﴾ پر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ﴿وبالليل﴾ معناً ﴿مصبحین﴾ پر معطوف ہے۔ جس کی وجہ سے

وقف تام رأس آیت کے بعد ﴿وباللیل﴾ پر واقع ہو رہا ہے۔

د- ہر سورۃ اور ہر قصہ کے اختتام پر۔

وقف تام کا حکم:

علامہ ابن جزریؒ وقف تام کے حکم سے متعلق فرماتے ہیں:

''اس (وقف تام) پر وقف بھی کیا جائے گا اور اعادہ کے بغیر اس کے مابعد سے نئے کلام کی ابتدا بھی درست قرار دی جائے گی۔'' (۵۴)

وقف کافی:

ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کا اپنے مابعد کلام سے لفظاً تو کوئی تعلق نہ ہو البتہ معناً ان میں تعلق پایا جاتا ہو تو ایسے وقف کو وقف کافی کہتے ہیں۔ علامہ دانیؒ وقف کافی کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هوالذی یحسن الوقف علیه والابتداء بما بعده غیر ان الذی بعده متعلق به من جهة المعنی دون اللفظ۔" (۵۵)

ایسے کلمہ پر وقف کرنا جس کے بعد ابتداء کرنا اچھا ہو اور اس کلمے کا اپنے مابعد کلام سے سوائے معناً کوئی تعلق نہ پایا جاتا ہو چنانچہ ایسے کلام پر وقف کرنے کو وقفِ کافی کہتے ہیں۔

علامہ اشمونیؒ فرماتے ہیں:

"ان لایتصل مابعده بماقبله معنی لالفظاً وهوالکافی۔" (۵٦)

کسی کلمہ کا مابعد اس کے ماقبل سے معناً متصل ہو نہ کہ لفظاً ایسے کلمہ پر وقف کرنا وقف کافی کہلاتا ہے۔

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں:

"منقطع فی اللفظ متعلق فی المعنی۔" (۵۷)

وقف کافی لفظ میں منقطع ہوتا ہے اور معنی میں اس کا تعلق قائم رہتا ہے۔

قاری طاہر رحیمی فرماتے ہیں:

''جہاں صرف ترکیب پوری ہو (اور وہ اپنے مابعد سے اور اس کا مابعد اس سے مستغنی ہو)۔'' (٦١)

محمد تقی الاسلام رقمطراز ہیں:

''اگر کلمہ موقوف علیہ کو مابعد سے لفظی یعنی اعرابی وترکیبی تعلق تو نہ ہو البتہ معنوی ہو۔ یعنی جملہ تو ختم ہو لیکن مضمون ختم نہ ہوا ہو، تو ایسے وقف کو وقف کافی کہتے ہیں۔'' (٦٢)

وقف کافی کی مثالیں:

﴿ومما رزقنهم ينفقون﴾ (۶۳)

اور جو ہم نے روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اس مثال میں ﴿ینفقون﴾ پر وقف کافی واقع ہوا ہے۔ کیونکہ اس کا اپنی مابعد آیت سے معنوی تعلق تو ہے کہ اگلی آیات میں بھی مومنین ہی کی صفات بیان کی جارہی ہیں اور اس آیت میں بھی مومنین ہی کی صفات بیان کی گئی ہیں جبکہ اس کا اپنے مابعد آیت سے لفظی تعلق نہیں ہے کیونکہ اس پر کلام مکمل ہورہا ہے۔

﴿ان الذين كفروا سواء عليهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لايؤمنون﴾ (۶۴)

''بے شک جولوگ کافر ہوچکے برابر ہے ان کوتو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے۔''

اس آیت میں ﴿لایؤمنون﴾ پر وقف کافی ہے کیونکہ اس سے ماقبل کلام میں جس طرح کفار کا ذکر چل رہا ہے اسی طرح اس کے مابعد کلام میں بھی کفار ہی کا ذکر ہے۔ لیکن یہ لفظاً اپنے مابعد کلام سے منفصل ہے۔

﴿حرمت عليكم امهتكم﴾ (۶۵)

''حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ وقفِ کافی کے موقع میں کلام کا اتنا حصہ آچکا ہوتا ہے کہ مابعد سے معنوی تعلق ہونے کے باوجود مستقل ہوتا ہے اور بعد والا حصہ بھی مستقل کلام رہتا ہے جو ماقبل سے مستغنی ہوتا ہے۔

وقفِ کافی کا محل:

وقفِ کافی کے محل کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) رؤس آیات پر واقع ہو جیسے مذکورہ بالا مثالیں ﴿ومما رزقنهم ينفقون﴾ اور ﴿لايؤمنون﴾۔

(۲) آیتوں کے درمیان واقع ہو۔ جیسے

﴿والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك ج وبالآخرة هم يوقنون﴾ (۶۶)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں۔

اس آیت میں ﴿من قبلک﴾ پر وقف کافی ہے۔ اگر چہ اس آیت کا اختتام ﴿هم یوقنون﴾ پر ہورہا ہے۔

اسی طرح وقف کافی کے درمیان میں واقع ہونے کی ایک مثال ذیل کی آیت میں بھی ملتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اولئك على هدى من ربهم ، واولئك هم المفلحون﴾ (۶۷)

''وہ لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے۔''

اس آیت میں ﴿من ربهم﴾ پر وقف کافی ہے جبکہ آیت کا اختتام ﴿هم المفلحون﴾ پر ہو رہا ہے۔

محمد تقی الاسلام فرماتے ہیں:

''اگر وسط آیت میں وقف کافی ہے اور اس کے بعد راس آیت پر بھی وقف کافی ہے تو ایسی صورت میں ہر بعد والے وقف کافی کو اپنے سے پہلے وقف کافی پر فوقیت حاصل ہوگی۔ مثلاً ﴿فی قلوبهم مرض﴾ پر وقف کافی ہے۔ اس کے بعد ﴿فزادهم الله مرضاً﴾ پر بھی وقف کافی ہے۔ اسکے بعد رأس آیت ﴿بما كانوا يكذبون﴾ پر بھی وقف کافی ہے۔ پس پہلے کی نسبت دوسرا وقف اکفیٰ ہے اور دوسرے کی نسبت تیسرا وقف اکفیٰ ہے۔ یعنی تیسرا اعلیٰ درجہ کا وقف کافی ہے۔'' (٦٨)

وقفِ کافی کا حکم:

علامہ ابن جزریؒ بیان کرتے ہیں:

''وقفِ کافی کا حکم یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر وقف کرنا اور پھر اعادہ کے بغیر مابعد سے ابتداء کرنا دونوں ہی باتیں درست ہیں۔'' (٦٩)

وقفِ حسن:

وقفِ حسن ایسے کلمہ پر وقف کرنے کو کہتے ہیں جس کا اپنے مابعد سے لفظی تعلق ہو۔ علامہ دانیؒ وقفِ حسن کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هوالذى يحسن الوقف عليه ولايحسن الابتداء بما بعده لتعلقه به من جهة اللفظ والمعنى جميعاً۔" (٧٠)

وقفِ حسن ایسے وقف کو کہتے ہیں جس پر وقف کرنا اچھا اور اس کے مابعد سے ابتداء کرنا اچھا نہ ہو۔ جس کی وجہ اس کا اپنے مابعد کلام سے لفظی اور معنوی تعلق ہے۔

علامہ اشمونیؒ فرماتے ہیں:

"ان لا يتصل مابعده بما قبله معنى ويتصل لفظاً وهو الحسن۔" (٧١)

حسن اس وقف کو کہتے ہیں جو اپنے مابعد کلام سے معناً تو متصل نہ ہو، البتہ لفظاً متصل ہو۔

قاری محمد اسماعیل فرماتے ہیں:

''کلمہ موقوف کے بعد والے کلام کا اس سے پہلے والے کلام سے اس طرح کا لفظی تعلق ہو کہ اس موقوف علیہ تک جو عبارت پڑھی گئی اس سے کلام الٰہی کا مقصود سمجھ میں آجائے۔'' (٧٢)

وقف حسن کی مثال جیسے ﴿بسم الله﴾ پر وقف کرنا۔ اگرچہ اس پر وقف کرنا تو درست ہے مگر اس کے

بعد ﴿الرحمٰن الرحیم﴾ سے ابتداء درست نہیں بلکہ اعادہ ضروری ہے۔اسی طرح ﴿الحمد للّٰہ﴾ کے بعد ﴿رب العٰلمین﴾ سے ابتدا کرنا درست نہیں۔اس اعادہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ دانیؒ فرماتے ہیں:

"یہ تمام جملے ماقبل کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہیں اور مجرور سے ابتداء کرنا اس وجہ سے درست نہیں کہ وہ ماقبل کے تابع ہوتا ہے۔جیسے ﴿المستقیم﴾ کے بعد ﴿صراط الذین﴾ ماقبل کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ عام قاعدہ ہے کہ صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے اسی لیے وقف حسن کے بعد ابتداء نہ صرف یہ کہ قبیح ہے بلکہ اعادہ ضروری ہے۔" (۷۳)

وقفِ حسن کا حکم:

وقفِ حسن سے متعلق یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس پر وقف کرنا تو درست ہے مگر اس کے مابعد سے ابتداء کرنا درست نہیں بلکہ اعادہ ضروری ہے۔لیکن اگر وقف حسن رأس آیت پر واقع ہو تو پھر اعادہ ضروری نہیں بلکہ اس کے مابعد سے ابتداء درست ہے۔جیسا کہ علامہ ابن جزری لکھتے ہیں:

"وقف حسن پر وقف کرنا تو جائز ہے البتہ اس کے بعد اعادہ ضروری ہے ابتداء قبیح ہے کیونکہ لفظی تعلق کا باقی ہونا اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔البتہ اگر وقف حسن کا موقعہ آیت کا سرا ہو تو اس صورت میں اکثر اہل اداء کے اختیار و پسندیدہ طرز عمل کی رو سے وہاں وقف کر کے مابعد سے ابتداء کر لینا جائز و صحیح ہے۔" (۷۴)

آیت کے کنارے پر وقف کے مسنون ہونے کی وجہ سے جب وقف حسن رأس آیت کے مقام پر واقع ہوگا تو اس پر وقف کر کے مابعد سے ابتداء کرنا نہ صرف یہ کہ درست ہے بلکہ مسنون ہے۔جیسا کہ ذیل کی احادیث سے پتہ چلتا ہے:

"عن ام سلمة قالت كان رسول اللّٰه ﷺ يقطع قراء ته﴿بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم٥الحمد للّٰه رب العٰلمين ٥ الرحمٰن الرحيم٥مٰلك يوم الدين﴾." ۸۵

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک ایک آیت پر وقف کرتے تھے۔آپ ﷺ تلاوت فرماتے ﴿بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم٥الحمد للّٰه رب العٰلمين ٥ الرحمٰن الرحيم٥مٰلك يوم الدين﴾.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ تلاوت فرماتے ہوئے ہر ایک آیت پر وقف کرتے تھے۔آپ ﷺ تلاوت فرماتے ﴿بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم﴾ پھر وقف کرتے، پھر فرماتے ﴿الحمد للّٰه رب العٰلمين﴾ پھر وقف کرتے، پھر فرماتے

﴿الرحمٰن الرحیم﴾ پھر وقف کرتے اور فرماتے ﴿ملٰک یوم الدین﴾۔

یعنی وقف حسن اگر رأس آیت پر واقع ہو تو نہ صرف یہ کہ اس پر وقف کرنا مسنون ہے بلکہ اعادہ کے بغیر مابعد سے ابتدا کرنا بھی مسنون ہے۔ رأس آیت پر وقف کے پسندیدہ ہونے سے متعلق علامہ دانیؒ ابو عمروؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أنه كان يسكت على رأس كل آية،وكان يقول انه احب الى اذاكان راس آية ان يسكت عندهاوقد وردت السنة ايضاً بذلك عن رسول الله ﷺ عند استعماله التقطيع۔" (۷۵)

آپ ہر راس آیت پر سکوت / وقف فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک یہ پسندیدہ عمل ہے کہ رأس آیت پر وقف کیا جائے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔

وقفِ حسن کا محل و مقام:

وقف حسن کے محل و مقام کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) رأس آیت پر واقع ہوتا ہے۔ جیسے ﴿الحمد لله رب العٰلمين﴾ اور ﴿الرحمٰن الرحيم﴾ وغیرہ۔

(۲) آیت کے آغاز یا درمیان میں کہیں بھی واقع ہو سکتا ہے۔ ﴿بسم الله﴾ اور ﴿الحمد لله﴾ وغیرہ۔

ان دونوں صورتوں کے حکم الگ الگ ہیں۔ اگر وقف حسن رأس آیت پر واقع ہو تو اس پر وقف کرنا نہ یہ کہ مسنون ہے بلکہ اس کے بعد ابتداء بھی درست ہے۔ اس کے بالمقابل اگر وقف حسن رأس آیت کے علاوہ کہیں اور واقع ہو تو اس پر وقف کرنا اگرچہ جائز ہے مگر اس کے مابعد سے ابتداء کرنا درست نہیں بلکہ اعادہ ضروری ہے۔ اس کی وجہ ماقبل سے اس کے تعلق کا باقی رہنا ہے۔ رأس آیت میں بھی اگرچہ پہلے کلام کا مابعد کلام سے لفظی تعلق باقی ہوتا ہے لیکن رأس آیت پر وقف حسن کے بارے میں سنت سے یہی دلیل ملتی ہے کہ آپ ﷺ رأس آیت پر وقف کرنے کے بعد اعادہ نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے رأس آیت پر وقف کرنے کے بعد مابعد سے ابتداء درست ہے۔

وقفِ قبیح:

وقفِ قبیح ایسے وقف کو کہتے ہیں جس کے مابعد کلام کو اپنے ماقبل کلام سے لفظی اور معنوی دونوں قسم کا تعلق ہو اور اس پر وقف کرنے سے معنی کی مراد سمجھ میں نہ آسکے۔ وقفِ قبیح کی تعریف کرتے ہوئے علامہ دانی بیان کرتے ہیں:

"الذى لا يعرف المراد منه۔" (۷۶)

ایسے مقام پر وقف کرنا جس سے کوئی مراد ہی سمجھ میں نہ آئے۔

علامہ اشمونیؒ فرماتے ہیں:

"أن يتصل مابعده بما قبله لفظاومعنى وهوالقبيح۔" (۷۷)

جس کا مابعد اس کے ماقبل سے لفظاً اور معناً متصل ہو ایسے مقام پر وقف کرنے کو وقف قبیح کہتے ہیں۔

قاری محمد شریف وقف قبیح کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اگر کلمہ موقوف علیہ پر سرے سے جملہ ہی پورا نہ ہوا ہو تو یہ وقف قبیح کہلائے گا۔'' (۷۸)

قاری طاہر رحیمی فرماتے ہیں:

''جہاں لفظ و ترکیب اور معنی و مضمون دونوں طرح کا تعلق ختم نہ ہو نیز وہاں تک مفید کلام بھی نہ آیا ہو۔'' (۷۹)

محمد تقی الاسلام بیان کرتے ہیں:

''کلمہ موقوف علیہ پر سرے سے جملہ ہی پورا نہ ہو اور مابعد سے لفظی و معنوی دونوں طرح کا گہرا تعلق بھی ہو اور کلام غیر مفید و غیر مفہوم ہو کہ مرادی معنی سمجھ میں نہ آئے۔ تو ایسا 'وقف'، 'وقف قبیح' کہلائے گا۔'' (۸۰)

وقف قبیح کی مثالیں جیسے ﴿بسم اللہ﴾ میں صرف ﴿بسم﴾ پر ٹھہر جانا۔ ﴿الحمدللّٰہ﴾ میں صرف ﴿الحمد﴾ پر ٹھہر جانا وغیرہ۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''بعض اوقات اس وضع کے دیگر اوقاف کی بہ نسبت زیادہ قبیح ہوتے ہیں مثلاً ﴿فلها النصف ولابويه﴾ ۹۸ کیونکہ اس سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ میت کے ماں باپ اس کی بیٹی کے ساتھ نصف ترکہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر برا یہ ہے کہ ﴿فويل للمصلين﴾ (۸۱) اور ﴿لاتقربوا الصلوٰة﴾ پر وقف کریں۔'' ۱۰۰

کسی بھی مقام پر وقف کے قبیح ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں جن کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابن انباریؒ فرماتے ہیں:

''مضاف الیہ کو چھوڑ کر صرف مضاف پر، موصوف کو ترک کر کے محض صفت پر، مرفوع کو چھوڑ کر صرف رفع دینے والے کلمہ پر اسی طرح اس کے برعکس۔ پھر ناصب پر بغیر منصوب کے اور اس کے برعکس، مؤکد پر بلا اس کی تاکید کے، معطوف پر بغیر معطوف علیہ کے، بدل پر بغیر مبدل منہ کے ملائے ہوئے کبھی وقف کرنا درست نہیں۔ اسی طرح کی مثال ''انّ'' یا ''کان'' یا ''ظنّ'' اور اس کے مانند کلموں کے اسم و خبر کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے اسم پر بغیر اس کی خبر کو ملائے ہوئے اور خبر پر بغیر اس کے اسم کے ملائے ہرگز وقف صحیح نہیں ہوتا۔ اور ایسے ہی مستثنیٰ منہ پر بغیر استثناء کے اور موصول پر بلا صلہ کے خواہ وہ رسمی ہو یا حرفی اور نہ فعل پر بغیر اس کے مصدر کے، نہ حرف پر بلا اس کے متعلق کے اور نہ شرط پر بغیر اس کی جزاء کے ملائے وقف کرنا درست ہے۔'' (۸۲)

مندرجہ بالا بحث سے وقف کے قبیح ہونے کی جو صورتیں سامنے آتی ہیں وہ کچھ اس طرح سے ہیں۔

(۱) عامل پر بغیر اس کے معمول کے وقف کرنا۔

(۲) ایسے مقام پر وقف کرنا جس سے معنی کی مراد سمجھ میں نہ آئے۔

(۳) صفت کے بغیر موصوف پر وقف کرنا۔جیسے ﴿اھدنا الصراط المستقیم﴾(۸۳) میں صرف ﴿الصراط﴾ پر وقف کرنا۔

(۴) مبدل منہ کے بغیر بدل پر وقف کرنا۔

(۵) معطوف علیہ کے بغیر معطوف پر وقف کرنا جیسے ﴿الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلٰوۃ﴾ میں ﴿بالغیب﴾ پر وقف کرنا۔

(۶) جار کے بغیر مجرور پر وقف کرنا۔

(۷) مضاف الیہ کے بغیر مضاف پر وقف کرنا جیسے ﴿بسم اللّٰہ﴾ میں ﴿بسم﴾ پر بغیر لفظ اللہ کے وقف کرنا۔

(۸) فعل پر بغیر اس کے فاعل کے وقف کرنا ﴿تبٰرک الذی نزل الفرقان﴾ میں ﴿تبٰرک﴾ پر۔

(۹) مبتداء پر بغیر اس کی خبر کے وقف کرنا جیسے ﴿الحمد للّٰہ﴾ میں ﴿الحمد﴾ پر وقف کرنا۔

(۱۰) موصول پر بغیر صلہ کے وقف کرنا جیسے ﴿الذین یؤمنون﴾ میں ﴿الذین﴾ پر۔

(۱۱) شرط پر بغیر جزا کے جیسے ﴿یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلٰوۃ فاغسلوا وجوھکم﴾ میں ﴿الی الصلٰوۃ﴾ پر۔

وقف قبیح کا حکم

وقف قبیح کا حکم بیان کرتے ہوئے ابن جزریؒ بیان کرتے ہیں:

''وقف قبیح پر عمداً وارادۃً وقف کرنا درست نہیں۔'' (۸۴)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''اگر سانس لینے کے لیے ایسے مقاموں پر مجبوراً رکنا پڑے تو یہ جائز ہے مگر دوبارہ پڑھتے ہوئے ماقبل کو مابعد سے وصل کر لے تو بہتر ہے۔'' (۸۵)

قاری محبّ الدین کا کہنا ہے:

''اگر اضطراراً قاری وقف کرے تو اعادہ کرنا بہت ضروری ہے۔'' (۸۶)

قاری طاہر رحیمی فرماتے ہیں:

''وقف قبیح اور اقبح پر صرف سانس کی تنگی وغیرہ کی مجبوری کے سبب وقف درست ہے جیسے ﴿ان اللّٰہ لا یھدی﴾ اور اس کے بعد فوراً ہی ماقبل کے مناسب مقام سے لوٹانا چاہیے تاکہ عبارت کے صحیح معنی مربوط ومتصل اور واضح ومسلسل ہو جائیں اور قصداً واعتقاداً ایسا وقف ونیز اعادہ کے بغیر اس کے مابعد سے ابتدا

کرنا دونوں باتیں ممنوع و ناجائز ہیں بلکہ اس صورت میں کفر کا اندیشہ ہے۔'' (۸۷)

وقف قبیح کے حکم کے بارے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایسے مقام پر جان بوجھ کر وقف کرنا درست نہیں بلکہ بعض اوقات کفر کا ارتکاب ہوجاتا ہے۔جیسے سورۃ الماعون کی آیت ﴿فویل للمصلین ۝ الذین ھم عن صلاتھم ساھون﴾ (۸۸) میں ﴿فویل للمصلین﴾ پر وقف کرنا۔جس سے آیت کے معنی بالکل متضاد ہوجاتے ہیں۔اس میں ﴿فویل للمصلین﴾ ان لوگوں کے لیے کہا گیا ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں جبکہ ﴿فویل للمصلین﴾ پر وقف کرنے سے یہ معنی سامنے آتا ہے کہ مطلقاً نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے (نعوذ باللہ)۔اسی طرح کی ایک اور مثال ﴿لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکریٰ﴾ میں ﴿لاتقربوا الصلوٰۃ﴾ پر وقف کرنا۔اس آیت میں حکم تو یہ دیا جارہا ہے کہ جو لوگ نشے کی حالت میں ہوں وہ نماز کے قریب نہ جائیں جبکہ ﴿لاتقربوا الصلوٰۃ﴾ پر وقف کرنے سے یہ معنی بنیں گے ''نماز کے قریب نہ جاؤ'' مطلقاً نماز پڑھنے کی نفی ہوگئی (نعوذ باللہ)۔اگر بحالت مجبوری سانس ٹوٹ جائے، کھانسی آجائے وغیرہ تو ایسی صورت میں اس پر وقف کرنا تو جائز ہے البتہ اس کے بعد ماقبل کے مناسب مقام سے وصل ضروری ہے۔بصورت دیگر آیت کے معنی کچھ کے کچھ ہوجائیں گے۔

وقفِ لازم:

وقفِ لازم سے متعلق بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''ایسا وقف اگر اس کے دونوں مفصول کنارے ملا دیے جائیں تو مطلب ہی بدل جائے۔مثلاً ﴿وماھم بمؤمنین﴾ ۸ ط اس جگہ پر وقف لازم ہے۔کیونکہ اگر اس کو ﴿یخادعون اللّٰہ﴾ (۸۹) کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس سے یہ وہم پیدا ہوگا کہ آخری جملہ ﴿بمؤمنین﴾ کی صفت ہے اور ان سے فریب سازی منتفی (دوری) ہوجائے گی۔اور ایمان خالص بلاکسی شائبہ مکروفریب کے برقرار رہے گا۔جس طرح کہ کہا جاتا ہے کہ ''ماھو بمؤمن مخادع'' وہ دھوکے باز مومن نہیں۔اسی کی دوسری مثال ﴿لا ذلول تثیر الارض﴾ ۱۰ ط محنت کرنے والی نہیں کہ جوتتی ہو زمین کو۔اور ﴿ذلول﴾ نفی میں داخل ہے۔جس کی مراد یہ ہے کہ وہ گائے ﴿ذلول﴾ زمین کو جوتنے والی نہیں ہے اور پہلی میں مقصد یہ ہے کہ ایمان کی نفی کے بعد فریب دہی کو ثابت کیا جائے۔'' (۹۰)

علم اوقاف میں ''وقف لازم'' کو ایک خاص اہمیت اور مقام حاصل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض مواقع ایسے ہیں کہ جہاں وصل کرنے سے مقصودی معنی کے سمجھنے میں الجھن پیدا ہوجاتی ہے اور ذہن غیر مرادی معنی کی طرف چلا جاتا ہے۔اس لیے ایسے موقعوں پر آئمہ وقوف نے وقف کو لازمی قرار دیا اور وصل کرنے سے منع فرمایا ہے اسی وجہ سے اس کو وقف لازم کہتے ہیں تاکہ تلاوت کرنے والے کو تنبیہ ہوجائے۔یہ اصطلاح سب سے پہلے علامہ سجاوندی نے وضع کی۔اس کے لیے قرآن میں نشانی عموماً ''میم'' کی دی جاتی ہے۔

وقفِ مطلق:

وقف مطلق ایسے وقف کو کہتے ہیں جس کے مابعد سے ابتدا کرنا اچھا ہو، جیسے وہ اسم جس سے جملہ کی ابتدا کی جاتی ہے۔ مثلاً ﴿الله یجتبی﴾ یا وہ فعل جو جملہ مستأنفہ میں آتا ہے۔ جیسے ﴿یعبدوننی لایشرکون بی شیئا﴾ اور مفعول محذوف مثلاً "وعدالله، سنة الله." اور شرط جیسے ﴿من یشاء الله یضلله﴾ اور استفہام کے ساتھ اگرچہ مقدر ہی کیوں نہ ہو جیسے ﴿اتریدون ان تهدوا، تریدون عرض الدنیا﴾ اور نفی کے ساتھ شروع ہونے والے جملہ میں جیسے ﴿ماکان لهم الخیرة﴾ اور ﴿ان یریدون الا فرارا﴾ مگر یہ اس حیثیت میں ہوتا ہے جبکہ یہ تمام وجوہ کسی قول سابق کے مقولے نہ ہوں۔ (۹۱)

وقفِ جائز:

وقفِ جائز ایسے وقف کو کہتے ہیں جسمیں وصل اور فصل دونوں روا ہوں جس کی وجہ طرفین کا دونوں موجبوں کا مقتضی ہونا ہے مثلاً ﴿وماانزل من قبلک﴾ میں کہ اس کے بعد واو عاطفہ واقع ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ مابعد کو اس کے ساتھ وصل کیا جائے اور مفعول کا فعل پر مقدم کرنا نظم کلام کا منشاء ہے جس کی وجہ سے فصل جائز ہوگا کیونکہ عبارت کی مراد ﴿یوقنون بالآخرة﴾ ہے۔(۹۲)

المرخص ضرورة:

ایسا وقف جس کی اجازت بوجہ ضرورت دے دی جاتی ہے۔ایسا وقف جس کا مابعد کسی حالت میں اپنے ماقبل سے مستغنی نہ ہومگر سانس ٹوٹ جانے یا کلام کے طول کی وجہ سے وہاں ٹھہر جانے کی اجازت ہے اور دوبارہ وصل کرنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ اس کا مابعد ایک مفہوم جملہ ہے مثلاً ﴿والسمآء بنآء﴾ کہ اس کے بعد ﴿وانزل﴾ سیاق کلام سے مستغنی نہیں ہوتا۔ جسکی علت یہ ہے کہ ﴿انزل﴾ کا فاعل وہ ضمیر ہے جو اپنے ماقبل کی طرف عود کرتی ہے مگر اسی کے ساتھ مابعد کا جملہ پوری طرح سمجھ میں بھی آتا ہے۔ اس لیے اسے ماقبل سے وصل کرنے کی حاجت نہیں رہی۔(۹۳)

وقفِ صحیح:

جہاں مضمون وترکیب دونوں مکمل نہ ہوں لیکن وقف تک اتنا کلام آچکا ہو جس سے مقصد سمجھ میں آجائے یعنی وہ مرکب مفید کے درجہ میں ہو مثلاً ﴿الحمد لله،ایاک نعبد،رب العلمین﴾ ۔(۹۴)

قاری طاہر رحیمی صاحب نے اس وقف کے لیے جس کے لیے دیگر آئمہ نے وقف حسن کی اصطلاح استعمال کی ہے وقف صحیح کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ جبکہ وقف حسن کے متعلق ان کا کہنا ہے:

"جہاں آیت ہو یعنی ان مقامات پر وقف کیا جائے جن پر گول دائرے بنے ہوئے

ہیں۔مثلاً﴿الرحمن الرحیم﴾۔" (۹۵)

قاری صاحب نے وقف حسن کے معنی محدود کردیے ہیں کہ وقف حسن صرف اس کو کہیں گے جو رأس آیت پر واقع ہو حالانکہ کبھی وقف حسن آیت کے آغاز میں اور کبھی درمیان میں بھی واقع ہوجاتا ہے جیسا کہ پیچھے وقف حسن کی بحث گزر چکا ہے۔نیز یہ کہ ضروری نہیں کہ ہر راس آیت پر وقف ''وقف حسن'' ہی ہو بلکہ بعض اوقات راس آیت پر وقف تام اور کبھی وقف کافی بھی ہوتا ہے۔جیسا کہ گزر چکا ہے۔

وقفِ اقبح:

جہاں وقف کرنے سے منشاء الٰہی کے خلاف دوسرے غلط معنی کا وہم پیدا ہو۔مثلاً

﴿ان اللہ لا یھدی القوم الکفرین﴾(۹۶)

بے شک اللہ راستہ نہیں دکھلاتا قوم کفار کو۔

اس آیت میں اگر﴿ان اللہ لا یھدی﴾ پر وقف کیا گیا تو اس کے معنی (نعوذباللہ) یہ بنیں گے کہ خداتعالیٰ ہدایت نہیں دیتا۔اس لیے اس پر وقف کرنا درست نہیں اگر وقف بحالت مجبوری کرلیا تو وصل لازمی ہے اور قصداً واعتقاداً ایسا وقف ونیز اعادہ کے بغیر اس کے مابعد سے ابتدا کرنا دونوں باتیں ممنوع وناجائز ہیں بلکہ اس صورت میں کفر کا اندیشہ ہے۔ (۹۷)

وقفِ معانقہ:

کسی ایسی آیت میں دو ایسے کلمات آجائیں جن میں ہر ایک پر وقف درست ہو۔لیکن جب ان میں سے ایک پر وقف کیا جائے تو دوسرے پر وقف درست نہیں بلکہ وصل لازمی ہے۔ایسے وقف کو معانقہ کہتے ہیں۔(۹۸) اس کی پہچان تین نقطے ہیں۔مثلاً

﴿ذلک الکتاب لاریب ۛ فیہ ۛ ھدی للمتقین﴾ (۹۹)

اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو۔

اس آیت میں ﴿لاریب﴾اور﴿فیہ﴾دونوں کلمات ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر وقف کیا جاسکتا ہے۔لیکن جب ایک پر وقف کرلیا تو دوسرے پر وصل ضروری ہے۔اگر﴿لاریب﴾ پر وقف کیا تو﴿فیہ﴾ پر وقف جائز نہیں۔اسی طرح اس کے برعکس اگر﴿فیہ﴾ پر وقف کیا تو﴿لاریب﴾ پر وقف جائز نہیں۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں پر ایک ساتھ وقف درست نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ الفراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، تحقیق؛ ڈاکٹر مھدی مخزومی، ڈاکٹر ابراہیم سامرائی، منشورات دارالھجرۃ ایران، ۱۴۰۵ھ: ۳/ ۱۹۷۷

۲۔ الجرجانی، علی بن محمد بن علی، التعریفات، دارالکتاب العربیۃ بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ: ۱/ ۳۲۰

۳۔ ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن محمد مکرم، ابی الفضل، لسان العرب، دارصادر بیروت، س۔ن: ۱۵/ ۳۷۴

۴۔ احمد رضا، معجم متن اللغۃ، بیروت لبنان، ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء: ۵/ ۸۰۰

۵۔ الزہری، محمد بن احمد، ابی منصور، معجم تہذیب اللغۃ، تحقیق ریاض زکی قاسم، دارالمعرفۃ، بیروت لبنان، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء: ۹/ ۳۳۳

۶۔ فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، مجدالدین، القاموس المحیط، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء: ۳/ ۲۹۷

۷۔ الانعام، ۶: ۲۷ ۔ ۸۔ ایضاً: ۳۰ ۔ ۹۔ سبا، ۳۴: ۳۱ ۔ ۱۰۔ الصافات، ۳۷: ۲۴

۱۱۔ الاشمونی، احمد بن محمد عبدالکریم، منارالھدیٰ فی بیان الوقف والابتداء، مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، مصر، ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء، ص: ۶

۱۲۔ الدانی، ابوعمرو عثمان بن سعید، المکتفیٰ فی الوقف والابتدا فی کتاب اللہ عزوجل، دراسہ وتحقیق؛ دکتور یوسف عبدالرحمٰن المرعشلی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء، ص: ۵۴

۱۳۔ المکتفیٰ فی الوقف والابتداء: ۵۴

۱۴۔ التعریفات: ۱/ ۳۲۸

۱۵۔ الدانی، ابی عمرو عثمان بن سعید، امام، البیان فی عدآی القرآن، تحقیق: دکتور غانم قدوری، مرکز المخطوطات والتراث والوثائق کویت، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۹۴ء ص: ۶۳

۱۶۔ الحاکم، نیساپوری، محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۰ء: ۲/ ۲۵۲

۱۷۔ عبدالفتاح القاضی، نفائس البیان شرح الفرائد الحسان فی عدآی القرآن، داراحیاء الکتب العربیۃ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ؛ عبدالفتاح القاضی، بشیرالیسر شرح ناظمۃ الزہر فی علم الفواصل، المکتبۃ المحمودیۃ التجاریۃ الازہر مصر، س۔ن، ص: ۱۸

۱۸۔ عبدالرازق علی ابراہیم موسیٰ ،المحر رالوجیز فی عد آی الکتاب العزیز،شرح وتوجیہ علامۃ الشیخ محمد المتولی، مکتبۃ المعارف ریاض، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ص: ۲۵ ؛عبدالرازق علی ابراہیم موسیٰ ، مرشد الخلان الی معرفۃ عد آی القرآن شرح الفرائد الحسان، المکتبۃ العربیۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء، ص: ۳۰؛ المخللاتی ،رضوان بن محمد بن سلیمان المکنی بابی عبید، الشیخ ،شرح العلامۃ المخللاتی، تحقیق عبدالرازق بن علی بن ابراہیم موسیٰ، مطبعۃ وزارۃ الاعلام فرع المدینۃ المنورۃ،۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء، ص: ۹۰

۱۹۔ منار الھدیٰ: ۶

۲۰۔ ابن الجزری، محمد بن محمد، ابی الخیر، حافظ، النشر فی القراءات العشر ،مطبعۃ مصطفیٰ محمد، مصر، س۔ن: ۱/ ۲۴۰ ؛
محمد مکی نصر، نہایۃ القول المفید فی علم التجوید، المکتبۃ العلمیۃ بجوار مدرسۃ البنات وکلیتھن ، لاہور، س۔ن، ص: ۱۹۷

۲۱۔ عبدالفتاح، السید، ھدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء، ص: ۳۷۱ ؛
قمحاوی، محمد صادق، البرہان فی تجوید القرآن، مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ، س۔ن، ص: ۲۹

۲۲۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، جمال القرآن مع شرح اردو کمال الفرقان، شارح ،مولانا قاری محمد طاہر رحیمی، مکتبہ مدنیہ، لاہور، س۔ن: ۱۶۱

۲۳۔ محیسن، محمد سالم، فی رحاب القرآن الکریم، مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء، ص: ۴۶

۲۴۔ تھانوی، اظہار احمد، الجواہر النقیہ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ، قراءت اکیڈمی، لاہور، س۔ن، ص: ۱۹۴

۲۵۔ صبرہ، علی احمد، ملخص عقد الفرید فی فن التجوید، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر، ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۶ء، ص: ۵۲۴

۲۶۔ صادق، محمد اسماعیل، قاری، وقوف المبتدی، قراءت اکیڈمی، لاہور، س۔ن، ص: ۱۲

۲۷۔ محمد شریف، قاری، معلم التجوید للمتعلم المستفید ،مکتبۃ القراءۃ لاہور، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۷۰ء، ص: ۱۷۷

۲۶۔ المکتفیٰ فی الوقف والابتداء: ۱۳۸

۲۷۔ ابن انباری، محمد بن القاسم بن بشار، ابی بکر، ایضاح الوقف والابتداء فی کتاب اللہ عزوجل، تحقیق محی الدین عبدالرحمٰن رمضان، مطبوعات مجمع اللغۃ العربیۃ دمشق، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۱ء: ۱/ ۱۴۹ ؛ منار الھدیٰ: ۷ ؛ابن الجزری، عبدالرحمٰن بن علی، ابی الفرج، حافظ، فنون الافنان، فی عجائب القرآن، مکتبۃ ابن سینا للنشر والتوزیع والتصدیر ،مصر، س۔ن، ص: ۱۸۹

۲۸۔ المکتفیٰ فی الوقف والابتداء: ۱۳۸؛ محبّ الدین احمد، قاری، جامع الوقف مع معرفۃ الوقوف، مکتبۃ القراءۃ، لاہور، س۔ن، ص: ۶ ؛
نہایۃ القول المفید فی علم التجوید: ۱۹۸

۲۹۔النحاس، ابی جعفر، کتاب القطع والائتناف، مطبعة العانی بغداد، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، ص: ۴۷

۳۰۔منارالھدیٰ: ۷
۳۱۔ایضاً: ۸

۳۲۔کمال الفرقان: ۱۸۹
۳۳۔فی رحاب القرآن الکریم: ۲/ ۵۶

۳۴۔منارالھدیٰ: ۷

۳۵۔الانصاری، زکریا بن محمد، ابی یحییٰ، المقصد لتلخیص مافی المرشد فی الوقف والابتداء، دارالمصحف، دمشق، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، ص: ۵، ۶

۳۶۔منارالھدیٰ: ۹
۳۷۔ماخوذ از النشر فی القراءات العشر: ۱/ ۲۲۵-۲۲۶

۳۸۔ایضاح الوقف والابتداء: ۱/ ۱۴۹
۳۹۔المکتفیٰ فی الوقف والابتداء: ۱۴۰

۴۰۔منارالھدیٰ: ۸

۴۱۔نھایۃ القول المفید: ۱۹۸؛ فی رحاب القرآن الکریم: ۲/ ۵۷

۴۲۔کمال الفرقان: ۱۹۰
۴۳۔معلم التجوید للمتعلم المستفید: ۱۹۳

۴۴۔البقرة، ۲: ۵
۴۵۔ایضاً: ۷

۴۶۔الفاتحہ، ۱: ۴
۴۷۔البقرة، ۲: ۲۰، ۲۹، ۴۶

۴۸۔الفرقان، ۲۵: ۲۹
۴۹۔الکھف، ۱۸: ۹۰-۹۱

۵۰۔الصافات، ۳۷: ۱۳۷-۱۳۸
۵۱۔الزخرف، ۴۳: ۳۴-۳۵

۵۲۔آل عمران، ۳: ۷
۵۳۔البقرة، ۲: ۱۲۵

۵۴۔کمال الفرقان، : ۱۸۹-۱۹۰
۵۵۔البقرة، ۲: ۵

۵۶۔ایضاً: ۶
۵۷۔ایضاً: ۴۶

۵۸۔النمل، ۲۷: ۳۴
۵۹۔الصافات، ۳۷: ۱۳۷-۱۳۸

۶۰۔النشر فی القراءات العشر: ۱/ ۲۲۶
۶۱۔المکتفیٰ فی الوقف والابتداء: ۱۴۳

۶۲۔منارالھدیٰ: ۸

۶۳۔زرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ، علامہ، البرہان فی علوم القرآن، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع بیروت لبنان، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء: ۱/ ۳۵۱

۶۴۔فی رحاب القرآن الکریم: ۲/ ۵۸
۶۵۔نھایۃ القول المفید فی علم التجوید: ۱۹۸

۶۶۔کمال الفرقان: ۱۹۰

۶۷۔ محمد تقی الاسلام، معلم الاداء فی الوقف والابتداء، مکتبۃ القراءۃ، لاہور، س۔ن، ص: ۱۱۷

۶۸۔ البقرۃ ۲: ۳

۶۹۔ ایضاً ۲: ۶

۷۰۔ النساء ۴: ۲۳

۷۱۔ البقرۃ ۲: ۴

۷۲۔ البقرۃ ۲: ۵

۷۳۔ معلم الاداء فی الوقف والابتداء: ۱۲۰

۷۴۔ النشر فی القراءات العشر: ۱/ ۲۲۶

۷۵۔ المکتفیٰ فی الوقف والابتداء: ۱۴۵

۷۶۔ منار الہدیٰ: ۸

۷۷۔ کتاب ایضاح الوقف والابتداء: ۱/ ۱۵۰

۷۸۔ البرہان فی علوم القرآن: ۱/ ۳۵۳

۷۹۔ نہایۃ القول المفید فی علم التجوید: ۱۹۸

۸۰۔ وقوف المبتدی: ۱۱۱

۸۱۔ المکتفیٰ: ۱۴۵

۸۲۔ النشر فی القراءات العشر: ۱/ ۲۲۶؛ المکتفیٰ: ۱۴۶

۸۳۔ سنن ابی داؤد: ۴/ ۲۹۴؛ الترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، الجامع الصحیح وھو سنن الترمذی، تحقیق ابراہیم عطوہ، مکتبۃ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء: ۵/ ۱۸۲

۸۴۔ المکتفیٰ: ۱۴۷

۸۵۔ ایضاً: ۴۶

۸۶۔ ایضا: ۱۴۸

۸۷۔ منار الہدیٰ: ۸

۸۸۔ کتاب ایضاح الوقف والابتداء: ۱/ ۱۵۰

۸۹۔ نہایۃ القول المفید: ۱۹۸

۹۰۔ البرہان فی علوم القرآن: ۱/ ۳۵۲

۹۱۔ فی رحاب القرآن الکریم: ۲/ ۶۲

۹۲۔ معلم التجوید للمتعلم المستفید: ۱۹۴

۹۳۔ کمال الفرقان: ۱۹۱

۹۴۔ وقوف المبتدی: ۱۱۵

۹۵۔ معلم الاداء فی الوقف والابتداء: ۱۲۵

۹۶۔ النساء ۴: ۱۱

۹۷۔ الماعون: ۴

۹۸۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق استاذ محمد شریف سکر، مکتبۃ المعارف ریاض، ۱۴۱۶ھ: ۱/ ۲۳۹

۹۹۔ کتاب ایضاح الوقف والابتداء: ۱/ ۱۱۶۔۱۱۷